کے سرکل کو جاری و ساری رکھنے کے لئے جتنے سرمایہ کے بلاک کی ضرورت ہوتی ہے، اس کو ناجائز ضرورت کے پرفریب الفاظ سے یاد کرنا کہاں کا انصاف ہے؟

اسی طرح رفاہی کام بھی ایک ضرورت ہیں - اس ضرورت کو ہنگامی طور پر پورا کرنا اس بات کو بداہتہً لازم ہے کہ اس کے پاس پہلے سے اس قدر سرمایہ موجود ہو کہ وہ اس ہنگامی ضرورت کو پورا کرسکے - اور اس درجہ بدرجہ ضرورت و محل کے اعتبار سے انفاق کا ایک درجہ یعنی تقریباً آخری مقام یہ ہے کہ اگر جہاد، تبلیغ اور تحفظ ملت کی خاطر اگر ضروری حوائج کے علاوہ جمیع مال بھی خرچ کرنا پڑے تو کرنا چاہیئے - اور قرآنِ مجید میں " یسئلونك ماذا ینفقون " کے مکرر سوالوں کی بھی یہی پوزیشن ہے اور " قل العفو " اسی ترغیب و احسان کی طرف اشارہ ہے - اور اس کے برعکس " قل العفو " کا یہ مفہوم متعین کرنا کہ ہمہ وقت منافع سے زائد از ضرورت مال خرچ کر دینا چاہیئے، خلافِ حقائق ہے - کیونکہ ضرورت کا وقت اور محل کے اعتبار سے حدود اربعہ متعین نہیں کیا جا سکتا - اور یہ زندگی ایسی قسم ہے جسے اسلامی تعلیمات میں بہ نظرِ استحسان نہیں دیکھا گیا اور قرآنِ مجید نے خود اس اندازِ فکر کی ان الفاظ میں تردید فرمائی ہے کہ:

" ولا تجعل یدك مغلولة الی عنقك فتقعد ملوما محسورا " (بنی اسرائیل)

علامہ قرطبی فرماتے ہیں، " عفو " کا یہ معنی سمجھنا درست نہیں - ان کے الفاظ یہ ہیں:

" فالمعنی انفقوا ما فضل عن حوائجکم ولم تؤذوا فیه انفسکم فتکونوا عالة هذا اولی ما قیل فی تاویل الآیة " (تفسیر قرطبی ص۶۱ ج۳)

اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے:

" خیر الصدقة ما کان عن ظهر غنی " (بخاری)

یعنی اپنی بھی ضروریات سے مستغنی ہو کر جو صدقہ و خیرات ہوں، وہی بہترین انفاق ہے - ورنہ خود اپنے مستقبل کو تاریک دیکھتے ہوئے صدقہ کرنا " لا تلقوا بایدیکم الی التهلکة " کی صریح ہدایت کے خلاف ہے!

علاوہ ازیں بعض نے تو ویسے ہی اس آیت کو منسوخ قرار دیا ہے - لیکن اگر اسے منسوخ نہ بھی تسلیم کیا جائے تو یہ ترغیب ہے، حکم نہیں - جس کا ہر مسلمان مکلف ہو - نیز اس نکر کو اگر تسلیم کر لیا جائے تو پھر اسلام کے پچاس فیصد مسائل لایعنی ہو کر رہ جاتے ہیں - یعنی نہ بیع و شراء نہ مضاربت نہ مزارعت نہ زکوٰۃ و عشر اور حج و جہاد، نہ وصیت و وراثت باقی رہ جاتے ہیں - کیونکہ جب ضرورت سے